Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 03, July - September 2026, **PP**: 01-13
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

فسخ نکاح کے مختلف فیہ اسباب: نقد و نظر

Divergent Juristic Views on the Grounds for Faskh al-Nikāḥ: A Critical Study

1. Muhammad Muaz Sarwar muazsarwar6596@gmail.com	*M.Phil Islamic Studies,* *Department of Arabic & Islamic Studies,* *Government College University Faisalabad.*
2. Dr. Yasir Arfat yasirawan@gcuf.edu.pk	*Associate Professor,* *Department of Arabic & Islamic Studies,* *Government College University Faisalabad.*

How to Cite:	Muhammad Muaz Sarwar and Dr. Yasir Arfat. 2026: "Divergent Juristic Views on the Grounds for Faskh al-Nikāḥ: A Critical Study". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (03): 01-13.
Article History:	**Received**: 05-07-2026 · **Accepted**: 02-08-2026 · **Published**: 15-08-2026
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor · Google Scholar · اردو جرائد اشاریہ · ASIAN Research Index · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · SCI · ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

فسخِ نکاح کے مختلف فیہ اسباب: نقد و نظر

Divergent Juristic Views on the Grounds for Faskh al-Nikāḥ: A Critical Study

1. **Muhammad Muaz Sarwar**
   M.Phil Islamic Studies,
   Department of Arabic & Islamic Studies, Government College University Faisalabad.
   muazsarwar6596@gmail.com

2. **Dr. Yasir Arfat**
   Associate Professor,
   Department of Arabic & Islamic Studies, Government College University Faisalabad.
   yasirawan@gcuf.edu.pk

Abstract

This article presents a critical and analytical study of the disputed grounds for Faskh al-Nikāḥ (judicial dissolution of marriage) in Islamic jurisprudence. Marriage in Islam is regarded as a strong and stable social institution intended to promote tranquility, affection, and cooperation between spouses. However, certain circumstances may arise in marital life in which maintaining the marital relationship becomes difficult or even impossible. In such situations, Islamic law provides balanced mechanisms for the dissolution of marriage, one of which is judicial annulment (*faskh*). The study specifically examines those grounds for dissolution that have been the subject of juristic disagreement among the classical schools of Islamic law. These include non-payment of maintenance, physical and mental illnesses, cruelty or harm inflicted by the husband, the need to avoid sinful circumstances, the disappearance or prolonged absence of the husband, long-term imprisonment, and abandonment of marital relations. The opinions of the four major Sunni schools, Ḥanafī, Mālikī, Shafi‘ī, and Ḥanbalī, are comparatively analyzed, along with the evidence and juristic principles that underpin their respective positions. The article further highlights that the diversity and flexibility within Islamic jurisprudence provide valuable resources for addressing contemporary legal and social challenges. In light of modern social and medical realities, adopting juristic opinions that align with justice, prevention of harm and the higher objectives (maqāṣid) of Sharī‘ah appears more appropriate. Thus, Islamic law offers comprehensive legal and ethical guidance for promoting justice and balance within society.

Keywords: *Faskh al-Nikāḥ, Islamic Family Law, Judicial Dissolution of Marriage, Juristic Differences, Maintenance and Marital Rights, Maqāṣid al-Sharī‘ah.*

تمہید

انسانوں کی ازدواجی زندگی میں بعض ایسے پیچیدہ حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن میں زوجین کے درمیان تعلق کو برقرار رکھنا ممکن نہیں رہتا۔ بعض اوقات حالات اس قدر نازک ہو جاتے ہیں کہ علیحدگی ہی دونوں کے لیے واحد حل بن جاتی ہے۔ شریعتِ

اسلامیہ نے اس طرح کی صورتِ حال میں فریقین کو نکاح ختم کرنے کے مختلف طریقے مہیا کیے ہیں، جن میں سے ایک فسخِ نکاح بھی ہے۔ فقہی متون میں فسخِ نکاح کے لیے متعدد اسباب ذکر کیے گئے ہیں، جن میں سے بعض پر تمام فقہی مکاتبِ فکر کا اصولی اتفاق موجود ہے، جبکہ بعض اسباب ایسے ہیں جن میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس تحقیقی مضمون میں ان مختلف فیہ اسبابِ فسخ کا جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ جن کے حوالے سے فقہی آراء میں تنوع اور فروعی اختلاف پایا جاتا ہے۔

فسخِ نکاح بسبب عدمِ کفالت

حقوقِ زوجیت میں بیوی کی کفالت ایک بنیادی حق ہے، جس کی ذمہ داری نکاح کے بعد شوہر پر عائد ہوتی ہے۔ چونکہ عورت اپنا گھر بار چھوڑ کر شوہر کے ساتھ عقدِ نکاح میں بندھ کر نئی زندگی اختیار کرتی ہے، اس لیے شریعت نے مرد کو پابند کیا ہے کہ وہ بیوی کی ضروریات، جیسے نان و نفقہ، لباس اور رہائش کی فراہمی یقینی بنائے۔ یہ ذمہ داری ازدواجی تعلق کے استحکام اور بیوی کے تحفظ و سکون کے لیے ناگزیر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔[1]

اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كفى بالمرء اثما ان يحبس عمن يملك قوته۔[2]

کسی آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت شخص کا نان و نفقہ روک لے۔

نفقہ کے وجوب کے حوالے سے علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ولو لم تكن النفقة واجبة لم يحتمل ان يأذن لها بالاخذ من غير اذنه۔[3]

اگر نفقہ واجب نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ ہند کو خاوند کی اجازت کے بغیر لینے کا نہ کہتے۔

فقہاء مسئلہ ہذا کو دو صورتوں میں منقسم کرتے ہیں:

1. شوہر نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو۔
2. استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دے۔

ایسی صورت میں کہ شوہر نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو یعنی نفقہ ادا کرنا اس کے بس میں نہ ہو اور مطلقاً وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں فقہ حنفی کا حکم یہ ہے:

لا يفرق بينهما بعجزه عنها بانواعها الثلاثة۔[4]

زوجین کے مابین شوہر کے نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہونے کی بنا پر تفریق نہیں کی جائے گی چاہے یہ عجز نفقہ کی تینوں اقسام سے ہو۔

تاہم، بعد میں آنے والے مشائخ حنفیہ نے ایسی صورت میں تفریق کو ضروری سمجھا اور یہ حل نکالا کہ قاضی حنفی ایک شافعی قاضی کو اپنا نائب بنائے اور تفریق واقع کر دے۔[5] لیکن یہ بھی ہر صورت میں ممکن نہ تھا کہ ہر عدالت میں شافعی قاضی موجود ہو۔ اس صورت حال کے حل کے لئے علامہ ابو الحفص استروشنی نے یہ فتویٰ دیا کہ قاضی حنفی اگر مجتہد ہے تو اجتہاد کر کے اگر وہ اس تفریق کو جائز سمجھتے تو واقع کر دے۔ آخر کار یہ حل نکالا کہ امام شافعی و مالک کے مذہب پر عمل کیا جائے اور زوجین میں تفریق کر دی جائے۔

مسلک شافعی میں عورت کو ایسی صورت حال میں بھی تفریق کا حق حاصل ہے جب اس کو شوہر کے آقا یا اس کے اصول (باپ دادا) کے علاوہ کوئی شخص نفقہ دے اور عورت اس کو قبول نہ کرے۔ نہایۃ المحتاج میں ہے:

ولو تبرع رجل ليس اصلا ولا سيدا للزوج بها عنه وسلمها لها لم يلزمها القبول بل لها الفسخ لما فيه من المنة۔[6]

اگر کوئی شخص، جو نہ شوہر کے اصول میں سے ہے اور نہ ہی اس کا آقا ہے، شوہر کی طرف سے نفقہ بطور احسان ادا کرے اور وہ نفقہ عورت کو پہنچا دے، تو عورت پر اس کا قبول کرنا لازم نہیں۔ بلکہ اسے نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے، کیونکہ ایسے نفقے میں احسان کا پہلو پایا جاتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک بھی اگر شوہر نان و نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو اور عورت کو نکاح کے وقت اس کی مالی حالت کا علم نہ ہو، تو وہ فسخِ نکاح کا حق رکھتی ہے۔

شوہر کا استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دینا

ایسی صورت میں کہ شوہر خوشحال ہے، نفقہ ادا کر سکتا ہے لیکن اس کو بیوی کے نفقہ کا کوئی خیال نہیں ہے اور بیوی پریشان ہے کہ نہ خود کما سکتی ہے اور نہ اس سے نفقہ نہ رہا ہے۔ ایسی صورت میں فقہ حنفی میں یہ رائج ہے کہ تفریق نہیں کی جائے گی بلکہ قاضی ایسے شخص کی سرزنش کرے گا اور اسے نفقہ ادا کرنے پر مجبور کرے گا۔ عورت کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ کسی سے قرض لے اور خاوند اس قرض کی ادائیگی کرے۔ ایسی صورت میں عصرِ حاضر میں مالکیہ کے مذہب پر عمل پیرا ہونا قرینِ انصاف ہے۔

المتعنت، المتنع على الانفاق ففي مجموع الامير ما نصه ان منعها نفقة الحال فلها القيام فان لم يثبت عسره انفق او طلق والا طلق عليه قال محشيه قوله والا طلق اي طلق الحاكم من غير تلوم۔[7]

جو شوہر ضد اختیار کرے اور نفقہ دینے سے انکار کرے، اس کے بارے میں 'مجموع الأمیر' میں صراحت ہے کہ اگر وہ بیوی کو موجودہ نفقہ دینے سے منع کرے تو عورت کو (عدالت میں) دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر عدالت میں اس کی مالی تنگ دستی ثابت نہ ہو تو اسے حکم دیا جائے گا کہ یا تو نفقہ ادا کرے یا طلاق دے، اور اگر وہ ان دونوں میں سے کچھ نہ کرے تو قاضی اس پر طلاق نافذ کر دے گا۔ محشی نے اس جملے کی وضاحت میں لکھا ہے کہ: والا طلق یعنی قاضی بلا تاخیر اس کے خلاف طلاق جاری کرے گا۔

فسخِ نکاح بسبب امراض

امراض و عیوب کی بنیاد پر فسخِ نکاح کے مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک جانب ابنِ حزم کا موقف ہے کہ امراض و عیوب کسی صورت تفریق کا سبب نہیں بن سکتے۔ اس کے برخلاف جمہور فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر زوجین میں ایسے عیوب موجود ہوں جو ازدواجی تعلق کو قائم رکھنا دشوار بنا دیں، تو قاضی کو تفریق کا اختیار حاصل ہے۔ البتہ ان فقہاء نے بعض معین اور محدود عیوب کو ہی موجب فسخ مانا ہے۔ اس باب میں سب سے زیادہ وسعت امام محمد اور امام احمد بن حنبل کے موقف میں نظر آتی ہے۔ اسی طرح مالکیہ بھی امراض کے باعث وسعت کے حامل ہیں بالخصوص ذہنی امراض میں۔ ان کے نزدیک ہر وہ عیب جو ازدواجی تعلقات کی راہ میں رکاوٹ بنے یا نکاح کے بنیادی مقاصد کو فوت کر دے، وہ فسخِ نکاح کا جواز فراہم کرتا ہے۔

عصرِ حاضر میں بہت سے ایسے امراض و عیوب موجود ہیں جن کا براہِ راست ذکر قدیم فقہی متون میں نہیں ملتا، تاہم ان کے اثرات نکاح کے مقاصد کو ختم کر دینے والے ہیں۔ لہٰذا مذکورہ ائمہ کی آراء کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان معاصر امراض و عیوب کو بھی موجبِ فسخ تسلیم کرنا اجتہادی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ ان معاصر امراض میں سے ایک اہم اور بنیادی نوعیت کا مرض جنون ہے۔ اگر شوہر عقدِ نکاح سے پہلے مجنون نہ تھا بلکہ نکاح کے بعد اسے یہ مرض لاحق ہوا، تو اس بارے میں امام محمدؒ سے کوئی صریح حکم منقول نہیں، البتہ مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی عورت کو حقِ تفریق حاصل ہوتا ہے:

فقال لي مالك في الجنون: إذا أصابه الجنون بعد تزويجه المرأة أنه يعزل عنها ويضرب له أجل سنة في علاجه، فإن برئ وإلا فُرِّق بينهما۔[8]

امام مالکؒ نے مجھ سے فرمایا: اگر شوہر کو نکاح کے بعد جنون لاحق ہو جائے، تو اسے بیوی سے علیحدہ کر دیا جائے، اور اس کے علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ صحت یاب ہو جائے تو ٹھیک، ورنہ دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر شوہر کو شادی کے بعد بھی کوئی مرض لاحق ہو جائے تو عورت کو حق تفریق حاصل ہو گا۔ اسی طرح دیگر ذہنی امراض جیسے شیزوفرینیا، شدید ڈپریشن، GPI، اور بائی پولر ڈس آرڈر وغیرہ، جن کی وجہ سے مریض کی شخصیت، ذہنی توازن اور فیصلہ سازی کی صلاحیت بری طرح متاثر ہو جائے، وہ بھی عملی طور پر جنون کے مترادف ہیں۔ ان کے نتیجے میں زوجین کے درمیان باہمی اطمینان، سکون، اور رفاقت کا حصول ممکن نہیں رہتا، جو کہ نکاح کے بنیادی مقاصد میں سے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ متعدی امراض (Contagious Diseases) جیسے ایڈز (HIV)، سوزاک (Gonorrhea)، آتشک (Syphilis) اور دیگر منتقل ہونے والی بیماریاں بھی موجودہ دور میں فسخِ نکاح کے اہم اسباب میں شمار کی جا سکتی ہیں۔ یہ امراض نہ صرف شریکِ حیات کو متاثر کرنے کا شدید خطرہ رکھتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں ان کی شدت ازدواجی تعلقات کو تقریباً ناممکن بنا دیتی ہے۔ اس حوالے سے معاصر فقہی اداروں اور علماء نے واضح طور پر یہ رائے دی ہے کہ اگر ایسا مرض ازدواجی زندگی کے تسلسل کو نقصان پہنچاتا ہے، تو یہ شرعی طور پر فسخِ نکاح کا معتبر سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا ان ائمہ کی وسعتِ نظری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ایسے تمام جسمانی و ذہنی امراض، خواہ ان کا ذکر قدیم فقہاء نے نہ کیا ہو، اگر نکاح کے بنیادی مقاصد کو فوت کر دیں، تو وہ موجبِ فسخ ہیں۔ لہٰذا قاضی کو اس بنیاد پر تفریق کا اختیار حاصل ہونا چاہیے۔

فسخِ نکاح بسبب ظلم

اگر شوہر کا طرزِ عمل بیوی کے لیے مستقل تکلیف یا اذیت کا باعث بنے، تو اس صورت میں فسخِ نکاح کے لیے عدالت کے اختیار کا مسئلہ فقہاء کے مابین مختلف فیہ رہا ہے۔ فقہائے احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک محض ضرر یا تکلیف کی بنیاد پر قاضی کو فسخِ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک محض اصلاح کی کوشش اور شوہر کو تنبیہ کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف فقہاءِ مالکیہ کا موقف نسبتاً زیادہ وسعت کا حامل ہے۔ ان کے مطابق اگر بیوی عدالت میں ضرر رسانی کا دعویٰ کرے اور اسے گواہوں یا دیگر معتبر شواہد سے ثابت کر دے، تو عدالت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ تفریق کا فیصلہ صادر کرے۔ مالکی فقہاء اس موقف کے حق میں حدیثِ نبوی ﷺ 'لا ضرر ولا ضرار' سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ قاعدہ نہ صرف عمومی معاملات بلکہ ازدواجی زندگی کے مسائل پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ لہٰذا جب ازدواجی تعلقات ضرر یا اذیت کا ذریعہ بن جائیں، تو عورت کو حق دیا جانا چاہیے کہ وہ عدالتی

فورم پر رجوع کرے، تاکہ اسے اس نقصان دہ رشتے سے نجات مل سکے۔

معاصر فقہاء ضرر کو دو اقسام میں منقسم کرتے ہیں، ضرر حسی اور ضرر معنوی۔ ضرر سے مراد وہ ہر قول یا فعل ہے جو شرعی دائرے سے تجاوز کرتا ہو اور بیوی کی جسمانی یا ذہنی حیثیت کو متاثر کرے، جیسے بلا جواز مار پیٹ، بار بار کی بے رخی، غیر ضروری سختی، طویل علیحدگی، یا بیوی اور اس کے اہلِ خانہ کی تحقیر۔ مالکی فقہاء کے مطابق جب ضرر کا دعویٰ ثابت ہو جائے، تو عدالت پہلے بیوی سے مصالحت پر آمادگی دریافت کرتی ہے۔ اگر بیوی صلح پر آمادہ ہو تو شوہر کو اصلاحِ حال کی تاکید کی جاتی ہے، اور اگر وہ باز نہ آئے تو عدالت تعزیری کارروائی بھی کر سکتی ہے۔ تاہم اگر بیوی علیحدگی کی خواہش ظاہر کرے اور ضرر کی تصدیق ہو جائے، تو عدالت شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے سکتی ہے۔ شوہر کے انکار کی صورت میں عدالت خود نکاح فسخ کر سکتی ہے، جو طلاقِ بائن کے حکم میں ہو گا۔

تفریق بسبب اجتنابِ معصیت

مولانا عبد الصمد رحمانی ظلم و اذیت کے باب میں وسعت فرماتے ہوئے ایک مسئلہ شامل بحث فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کی عصمت شوہر کے ساتھ رہنے پر محفوظ نہ رہے۔ شوہر بد قماشی کی وجہ سے بیوی کو ذریعہ کسب بنانا چاہتا ہے یا اس کی سادہ لوحی اور بے وقوفی کی وجہ سے دوسرے بد باطن اس کی بیوی پر حملہ کرتے ہیں اور عورت اس سے بیزار ہو کر نکاح کے لیے درخواست دیتی ہے ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو گا یا نہیں اگر ہو گا تو کن شرائط پر؟ ایک طرف عورت کو شرعاً حکم یہ ہے کہ وہ ارتکاب زنا کے بارے میں شوہر کی اطاعت نہ کرے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق۔[9]

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔

دوسری طرف وہ ازدواجی تعلق کی وجہ سے اس خطرے میں گھری ہوئی ہے کہ ظالم شوہر اس کو حرام کاری میں مبتلا کرتے رہے گا اور اس سے بچنا قطع تعلق کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسے موقع پر تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت قاضی کے پاس جا کر فسخ نکاح کی درخواست دے اور مطالبہ کرے کہ ارتکاب حرام کی معصیت سے بچانے کے لیے میرے نکاح کو فسخ کر دیا جائے۔ قاضی اس بنیاد پر نکاح فسخ کرے گا کہ شوہر کی یہ بد قماشی عورت پر سراسر ظلم ہے اور رفع ظلم قاضی کے فریضہ میں ہے۔ شریعت نے شوہر کو سختی سے منع کیا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا۔[10]

اور انہیں ستانے کی خاطر اس لئے روک کر نہ رکھو کہ ان پر ظلم کر سکو۔

لہٰذا اگر عورت کو شوہر کے اس قبیح ظلم سے تکلیف پہنچتی ہے تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں دعویٰ تفریق دائر کرے۔ ایسی صورت میں قاضی شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے گا۔ اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو قاضی اس کا قائم مقام بن کر طلاق دے دے گا۔[11]

فسخ نکاح بسبب مفقود

جب کسی عورت کا شوہر اچانک لاپتا ہو جائے اور اس کی زندگی یا موت کی کوئی خبر نہ ملے تو شریعت اسلامی میں اس عورت کے دوسرے نکاح کا معاملہ ایک نازک اور اہم مسئلہ بن جاتا ہے۔ فقہاء نے اس مسئلے پر مختلف آراء پیش کی ہیں جن کا تعلق بنیادی طور پر مدتِ انتظار، عدالت سے رجوع، اور تفریق سے ہے۔

فقہ حنفی کا موقف

فقہاءِ احناف کے نزدیک اصولی طور پر عورت اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں کر سکتی جب تک غالب گمان نہ ہو جائے کہ شوہر فوت ہو چکا ہے۔ اس مدت کا تعین انسان کی اوسط عمر کے حساب سے کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے یہ مدت 90 سال بتائی ہے، جبکہ دیگر نے 30، 60، 70 یا 80 سال کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ اس قدر طویل مدت کے غیر عملی ہونے کے سبب متاخرین احناف نے ضرورت و مصلحت کی بنیاد پر امام مالک کے قول پر فتویٰ دینا جائز قرار دیا ہے، جس کے مطابق عورت چار سال انتظار کرے، پھر عدتِ وفات (چار ماہ دس دن) گزار کر نکاحِ ثانی کر سکتی ہے، بشرطیکہ عدالت سے نکاح فسخ کروایا جائے۔

فقہ شافعی کا موقف

مفقود الخبر کی زوجہ کے بارے میں امام شافعی کے دو اقوال ہیں: ایک قدیم قول کے مطابق عورت چار سال کے بعد نکاح فسخ کروا کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن نیا اور راجح قول یہ ہے کہ جب تک شوہر کی موت یقینی نہ ہو، نکاح باقی رہے گا، کیونکہ نکاح کے احکام تب تک جاری رہتے ہیں جب تک موت ثابت نہ ہو جائے۔

فقہ مالکی کا موقف

امام مالک کے نزدیک عورت اگر عدالت میں رجوع کرے اور شوہر کا سراغ نہ ملے تو عدالت اسے چار سال انتظار کا حکم دے گی۔ چار سال مکمل ہونے پر عدتِ وفات گزارنے کے بعد عورت نکاحِ ثانی کی مجاز ہو گی۔ اگر عورت پہلے سے کئی سال انتظار کر چکی ہو، تب بھی مدتِ انتظار عدالت کے حکم کے بعد سے ہی شمار کی جائے گی۔

فقہ حنبلی کا موقف

حنابلہ کے نزدیک عورت عدالت کے بغیر بھی چار سال انتظار کر کے عدتِ وفات گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ ان کے ہاں عدالت کا رجوع ضروری نہیں، جو کہ دیگر فقہاء سے ایک اہم فرق ہے۔

فسخِ نکاح بسبب غائب غیر مفقود

ایسا شخص جس پر مفقود کی تعریف صادق نہ آتی ہو یعنی وہ ایسا شخص ہو کہ اس کا پتہ اور اس کی جائے قیام معلوم ہو لیکن نہ تو وہ شخص خود بیوی کے پاس آتا ہو نہ اسے اپنے پاس بلاتا ہو نہ اس کے حقوق زوجیت ادا کرتا ہو، اس سے الگ رہنے میں بیوی کو سخت تنگی پریشانی اور مصیبت کا سامنا ہو اور اس کو ابتلائے معصیت کا خوف ہو لیکن نہ تو وہ شخص طلاق دیتا ہو اور نہ ہی خلع پر رضامندی ظاہر کرے تو ایسی عورت کے لیے کیا حکم ہے؟ مسئلہ ہذا میں فقہاء حنابلہ و فقہاء مالکیہ عورت کو تفریق کی اجازت دیتے ہیں، اسی لئے ان کے مذاہب کی تفصیل آئندہ سطور میں بیان کی جاتی ہے۔

حنابلہ کا موقف

امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر کوئی شخص مفقود نہ ہو، یعنی اس کی موجودگی اور محلِ اقامت معلوم ہو اور اس سے رابطہ بھی ممکن ہو، لیکن وہ اپنی زوجہ کو نفقہ فراہم نہ کرے، یا اگر نفقہ فراہم کرتا ہو تو عمداً گھر نہ آئے اور اس طرزِ عمل سے عورت کو اذیت دے، نیز اسے صنفی حقوق سے محروم رکھے، تو ایسی صورت میں قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت کی درخواست پر نکاح فسخ کر دے۔ الاقناع میں ہے:

وان كانت غيبته غير منقطعة يعرف خبره وياتي كتابه فليس لأمرته ان تتزوج الا ان يتعذر الانفاق عليها من ماله فلها الفسخ لا بتعذر الوطأ اذا لم يقصد بغيبته الاضرار بتركه فان قصده فلها الفسخ به اذا كان سفره اكثر من اربعة اشهر۔[12]

جب شوہر کی غیر حاضری اس نوعیت کی ہو کہ وہ مکمل طور پر لاپتا نہ ہو بلکہ اس کا پتہ معلوم ہو اور اس کی طرف سے خط و کتابت یا خبریں آتی رہیں، تو ایسی حالت میں عورت کو دوسرا نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہو گا۔ تاہم، اگر شوہر کے مال سے نان و نفقہ کی فراہمی ممکن نہ رہے اور اس کے اخراجات پورے کرنا دشوار ہو جائے، تو عورت کو نکاح فسخ کروانے کا اختیار حاصل ہو گا، مگر یہ فسخ محض حقِ وطی سے محرومی کی بنیاد پر نہیں ہو گا، جب تک کہ شوہر کی غیر موجودگی کا مقصد عورت کو ازدواجی تعلقات سے محروم کر کے تکلیف دینا نہ ہو۔ البتہ اگر شوہر نے دانستہ طور پر بیوی کو صنفی حقوق سے محروم رکھنے کے ارادے سے طویل غیر حاضری اختیار کی ہو، اور اس کا سفر چار ماہ سے زیادہ پر محیط ہو، تو ایسی صورت میں عورت کو حق حاصل ہو گا کہ وہ قاضی سے نکاح فسخ کروانے کی درخواست کرے۔

مالکیہ کا موقف

جب شوہر اس طرح غائب ہو کہ اس کا پتہ معلوم ہو لیکن عورت کے ازدواجی حقوق (نان و نفقہ وغیرہ) ادا نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدم ادائیگی نفقہ کی بناء پر دعویٰ تفریق دائر کرے اور قاضی رفع ظلم کے لئے تفریق کر دے۔ عدم ادائیگی نان و نفقہ کے باب میں، چاہے شوہر غائب ہو یا حاضر، مالکیہ میں سے سعید بن صدیق یہ فتویٰ دیتے ہیں:

ومثل المفقود من علم موضعه وشكت زوجته عدم النفقة، يرسل اليه الحاكم اما ان تحضر او ترسل النفقة او تطلقها والا طلقها الحاكم بل لو كان حاضرا وعدمه النفقة۔[13]

جو شخص مفقود الخبر نہ ہو بلکہ اس کا مقام معلوم ہو اور اس کی بیوی نان و نفقہ کی شکایت کرے، تو ایسی صورت میں قاضی اس شخص کو پیغام بھیجے گا کہ یا تو وہ خود آ کر نان و نفقہ دے، یا اپنے مال کے ذریعے بیوی کے اخراجات بھجوائے، یا پھر از خود طلاق دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو قاضی از خود طلاق دے دے گا۔ بلکہ اگر شوہر موجود ہو لیکن بیوی کے نان و نفقہ کی ادائیگی نہ کر رہا ہو، تو ایسی حالت میں بھی قاضی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔

اسی طرح محمد الفا ہاشم اس صورت میں طریق تفریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"طريق تطليق زوجتي المفقود او الغائب الذي تعذر الارسال اليه او ارسل اليه فتعاند ان كان لعدم النفقة، فان الزوجة ثبتت بشاهدين ان فلانا زوجها وغاب عنها و لم يترك لها نفقة ولا وكيلا بها ولا اسقطتها عنهم وتحلف على ذلك فيقول الحاكم فسخت نكاحه او طلقتك منه او يامرها بذلك ثم يحكم به وهذا بعد التلوم بنحو شهر الخ۔[14]"

مفقود یا ایسے غائب شوہر کی بیوی کے نکاح کے فسخ کا طریقہ، جس تک پیغام رسانی ممکن نہ ہو یا پیغام بھیجا جائے مگر وہ نافرمانی کرے، خاص طور پر نفقہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں، فقہاء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر عورت دو گواہوں کے ذریعے یہ ثابت کر دے کہ فلاں شخص اس کا شوہر ہے، اور وہ اس سے غائب ہو چکا ہے، نہ اس نے نفقہ چھوڑا ہے، نہ کسی وکیل کے ذریعے نفقہ کا انتظام کیا ہے، اور نہ ہی بیوی نے اس نفقہ سے

دستبرداری اختیار کی ہے، تو پھر عورت اس پر قسم کھائے گی۔ اس کے بعد قاضی یہ کہے گا کہ میں نے اس کا نکاح فسخ کر دیا یا میں نے تمہیں اس کی طرف سے طلاق دی، یا قاضی عورت کو خود ان الفاظ کے ادا کرنے کا حکم دے گا، پھر اس کے مطابق فیصلہ جاری کرے گا۔ البتہ یہ تمام کارروائی تھوڑے انتظار (تقریباً ایک مہینے) کے بعد کی جائے گی۔

ان فتاویٰ کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مالکیہ کے ہاں اس مسئلہ میں عورت کو حق تفریق حاصل ہے۔ مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حنابلہ اور مالکیہ دونوں کے نزدیک ایسا شوہر جو غائب ہو مگر مفقود نہ ہو، یعنی اس کا پتہ بھی معلوم ہو، لیکن نہ وہ نان ونفقہ دے اور نہ ازدواجی حقوق ادا کرے، تو عورت کو تفریق کا حق حاصل ہے۔ حنابلہ کے نزدیک اگر شوہر دانستہ صنفی حقوق سے محروم رکھے اور اس کے سفر کا دورانیہ چار ماہ سے زائد ہو تو قاضی نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ مالکیہ کے ہاں خواہ شوہر حاضر ہو یا غائب، اگر نان ونفقہ نہ دے تو قاضی عورت کی درخواست پر نکاح فسخ کر سکتا ہے۔

فسخ نکاح بسبب حبس زوج

حبس کا لغوی معنی ہے کہ:

حبس فلانا أي منعه وامسكه... المحبس يكون سجنا۔[15]

فلاں شخص کو محبوب کیا یعنی اس کو منع کیا اور روک دیا۔ محبس قید خانے کو کہتے ہیں۔

زوجہ محبوس کے حق تفریق کے باب میں کہ اگر کوئی شخص طویل عرصے کے لیے جیل میں قید کی سزا کاٹ رہا ہو یا کسی دشمن کی قید میں ہو تو کیا اس بنیاد پر اس کی بیوی کو حق تفریق حاصل ہو گا یا نہیں اس پر فقہاء کے مختلف اقوال ہیں جو ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

احناف کا موقف

زوجہ مفقود الخبر کو فسخ نکاح کا حق تب حاصل ہوتا ہے جب اس کی موت کا یقین ہو جائے یا اس کے ہم عمر افراد اس دنیا سے وفات پا جائیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها الخبر۔[16]

مفقود الخبر کی بیوی اس کی بیوی ہے جب تک کہ اس کی موت وزندگی واضح نہ ہو جائے۔

جب کوئی شخص زندہ ہو اور جیل میں قید ہونے کے سبب اس کی حالت اور مقام معلوم ہو تو اس کی بیوی کو کس طرح فسخ نکاح کی اجازت دی جا سکتی ہے؟

شوافع کا موقف

فقہائے شافعیہ کے ہاں اگر کسی عورت کا خاوند قید ہو تو اس کو فسخ نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ کتاب الام میں ہے کہ:

فكذلك عندي امرأة الغائب اي غيبة كانت مما وصفت او لم اصف باسار عدوي۔[17]

میرے نزدیک غائب کی بیوی کا بھی یہ حکم ہے وہ شخص غائب ہو نہ کہ دشمن کی قید میں پڑنے سے معلوم ہو یا نہ معلوم ہو۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوافع کے ہاں مفقود کی تعریف مقید شخص پر صادق نہیں آتی۔ لہٰذا قید خانے میں محبوس شخص کی زوجہ کو تفریق کا حق حاصل نہیں ہے۔

حنابلہ کا مؤقف

حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قید ہو تو اس پر غیابت بالعذر کا حکم نہیں لگے گا جو کہ ان کے ہاں موجب فسخ نکاح ہے اور اس پر علماء کا اجماع بھی ہے۔ ابن قدامہ المقدسی فرماتے ہیں:

واجمعوا على ان زوجة الاسير لا تنكح حتى تعلم يقين وفاته۔[18]

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ایسا شخص جو قید ہو اس کی زوجہ تب تک نکاح نہیں کرے گی جب تک اس کی وفات کے بارے میں یقین نہ ہو جائے۔

مالکیہ کا موقف

اس مسئلے میں فقہائے مالکیہ کا نقطہ نظر دوسرے فقہاء سے الگ ہے ان کے مطابق قید خانے میں قید شخص کی زوجہ عدالت میں فسخ نکاح کے لیے دعوی دائر کر سکتی ہے:

وتبقي زوجة الاسير وزوج مفقود في ارض الشرك للتعمير اي المدة التي يمكن ان يعيشها الزوج ولا يعيش اكثر منها غالبا وقدرت بسبعين او ثمانين، وهذا كله ان دامت نفقتها والا فلها التطليق كما لو خشيتا الزنى فان لهما التطليق ولو كانت نفقتهما دائمة۔[19]

اگر کوئی شخص دارالحرب میں قید ہو یا وہاں لاپتہ ہو جائے، تو اس کی بیوی اتنی مدت تک انتظار کرے گی جس کے بارے میں غالب گمان ہو کہ اس کا شوہر اتنے عرصے تک زندہ رہ سکتا ہے، اور عموماً یہ مدت ستر یا اسّی سال سمجھی جاتی ہے۔ تاہم، یہ اس صورت میں ہے جب عورت کا نفقہ جاری ہو۔ اگر نفقہ دستیاب نہ ہو، تو اسے حقِ طلاق ہو گا۔ البتہ اگر زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں عورت کو حقِ تفریق ہو گا، چاہے اس کا نفقہ برقرار ہو۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

ایسی حالت میں کہ خاوند کو عمر قید ہو گئی ہو اور کوئی اثاثہ بھی زوجہ کے نفقہ کے لیے نہیں چھوڑا تو کوئی مسلمان حاکم اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔ بعد حکم فسخ عورت دوسرا نکاح کر لے گی۔[20]

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے

اگر کوئی شخص قید ہو تو ایسے شخص کی زوجہ کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے یہ ہے:

قانون مذکورہ کی دفعہ بالا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کو سات سال کی قید کا حکم ہونے کے ساتھ ہی عورت کو حق تفریق پیدا ہو جائے گا اور عورت کو توقف یا انتظار کی ضرورت نہیں مناسب ہو گا کہ سات سال کی مدت گھٹا کر تین سال کر دی جائے بشرطے کے سزا کی موقوفی یا کمی کے جملہ قانونی مراحل طے ہو چکے ہوں۔[21]

حبسِ زوج کی بنا پر فسخ نکاح کے مسئلہ میں احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک محبوس شخص کی زوجہ کو نکاح فسخ کرنے کا حق نہیں، الا یہ کہ اس کی وفات یقینی ہو جائے، جبکہ مالکیہ اور بعض معاصر علماء کے نزدیک طویل قید، نفقہ کی عدم فراہمی یا زنا کے اندیشہ کی صورت میں عورت کو حق تفریق حاصل ہے، اور یہی رائے ضرورت و انصاف کے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔

تفریق بسبب ہجرانِ زوج

ہجر کا لغوی معنیٰ یہ ہے کہ:

الهجر ضد الوصل، يعني فيما يكون بين المسلمين من عتب وموجدة أو تقصير يقع في حقوق العشرة والصحبة۔[22]

ہجر، وصل کی ضد ہے، اور اس سے مراد وہ قطع تعلق ہے جو مسلمانوں کے درمیان رنجش، دل آزاری یا باہمی تعلقات اور ازدواجی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی بناء پر پیدا ہوتا ہے۔

ہجر کی اقسام

ہجر کی دو قسمیں ہیں:

- **ہجر مشروع:** یعنی وہ دوری اور قطع تعلقی جس کا شریعت میں حکم ہو۔ جیسے کسی شخص کا اپنی زوجہ کی اصلاح کی غرض سے اس سے دوری اختیار کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ۔[23]

اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو۔

عورتوں سے بستر الگ کرنے سے مراد وہ ترکِ جماع ہے جو بطور تادیب ہوتا ہے۔ ایسی عورت جو شوہر یا شریعت کی نافرمانی کی مرتکب ہو اس سے اس طرح کا مقاطعہ اصلاح کی غرض سے درست ہے۔

- **ہجر ممنوع:** اگر ترک تعلق کسی مشروع سبب کے بغیر ہو تو یہ ایک ناجائز فعل ہے۔ اس طرح کا مقاطعہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث۔[24]

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زائد قطع تعلقی کرے۔

اگر شوہر بیوی سے تعلق ترک کرے تو یہ محض تادیبی اور اصلاحی مقصد کے تحت ہونا چاہیے، تاکہ وہ اپنی کوتاہیوں پر متنبہ ہو کر اصلاح کی جانب مائل ہو۔ لیکن اگر تعلق ترک کرنے کا محرک بیوی کو حقیر جاننا، انتقام لینا یا اپنی برتری جتانا ہو تو یہ نہ صرف غیر شرعی رویہ ہے بلکہ ایذا رسانی کے زمرے میں آتا ہے، جو کہ ممنوع ہے۔ اور جب بیوی اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائے اور سابقہ رویے سے رجوع کرلے تو پھر اس کو مزید تکلیف دینا یا اس سے تعلق توڑنا قطعاً جائز نہیں رہتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا۔[25]

پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کاروائی کا کوئی راستہ نہ اپناؤ۔

ہجر اور ایلاء میں فرق

یہ امر خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ 'ہجر' اور 'ایلاء' کے درمیان شرعی لحاظ سے نمایاں فرق موجود ہے۔ ایلاء اس کیفیت کو کہتے ہیں جب شوہر باقاعدہ قسم کھا کر بیوی کے پاس جانے سے انکار کرے، اور شریعت میں اس کے لیے ایک معیّن مدت بھی مقرر کی گئی ہے۔ بر خلاف اس کے، ہجر کی صورت میں شوہر کسی قسم یا مدت کے بغیر، محض ناراضی یا بے رخی کی بنیاد پر بیوی سے تعلق منقطع کر دیتا ہے۔ یہ طرزِ عمل بسا اوقات بلا کسی واضح وجہ کے محض بیوی کو ایذاء پہنچانے یا کوئی انتقام لینے کے لئے بھی اختیار کیا جاتا ہے۔

تفریق بسبب ہجر

فقہاء اس کو خاوند کی غیر موجودگی پر قیاس کرتے ہیں اور وہی حکم لگاتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہاں صرف مالکیہ اور حنابلہ

کے مذاہب کو بیان کیا جاتا ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں ایسی صورت میں کہ جب خاوند کی غیابت طول پکڑ جائے اور بیوی کو اس سے سخت ضرر پہنچے تو اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ مالکیہ کے ہاں ہر قسم کی غیابت کی بناء پر یہ حق حاصل ہو گا چاہے کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر کے۔

وراي المالكية لا فرق في نوع الغيبة بين ان تكون بعذر كطلب العلم والتجارة ام بغير عذر، وجعلوا حد الغيبة الطويلة سنة فاكثر على المعتمد، وفي قول: ثلاث سنوات. ويفرق القاضي في الحال بمجرد طلب الزوجة ان كان مكان الزوج مجهولا وينذره اما بالحضور او الطلاق ان كان مكان الزوج معلوما۔[26]

مالکی فقہاء کے نزدیک غیبت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں، چاہے وہ کسی عذر کے ساتھ ہو جیسے طلبِ علم یا تجارت، یا بغیر عذر کے ہو۔ ان کے نزدیک طویل غیبت کی حد معتمد قول کے مطابق ایک سال یا اس سے زیادہ ہے، جبکہ ایک اور قول کے مطابق تین سال ہے۔ اگر شوہر کا مقام نامعلوم ہو، تو قاضی محض بیوی کے مطالبے پر فوری تفریق کر سکتا ہے۔ اور اگر شوہر کا مقام معلوم ہو، تو قاضی اُسے تنبیہ کرتا ہے کہ وہ یا تو خود واپس آئے، یا بیوی کو طلاق دے۔

جبکہ حنابلہ کے ہاں صرف اس صورت میں حق تفریق حاصل ہو گا جب غیابت غیر ضروری اور بغیر کسی عذر کے ہو۔

وفي راي الحنابلة لا تجوز الفرقة للغيبة الا اذا كانت لعذر وحد الغيبة ستة اشهر فاكثر۔[27]

حنابلہ کے نزدیک محض غیبت کی بنیاد پر تفریق جائز نہیں، جب تک کہ غیبت کسی معقول عذر کے ساتھ نہ ہو۔ ان کے نزدیک طویل غیبت کی حد چھ ماہ یا اس سے زیادہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر شوہر بیوی کو نقصان پہنچانے کی نیت سے اس سے کنارہ کشی اختیار کرے، تو یہ بھی ضرر کی دیگر اقسام کی طرح فسخ نکاح کا موجب بن سکتا ہے۔ اس حوالے سے فقہِ حنبلی کا موقف زیادہ قرینِ قیاس محسوس ہوتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک تفریق کے جواز کے لیے ہجر یا غیبت کا کسی غیر مشروع سبب کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

حاصل بحث

اس تحقیقی مضمون میں فسخ نکاح کے اُن اسباب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے جن کے بارے میں مسلمان فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسلامی شریعت نے نکاح کو ایک مضبوط اور پائیدار معاشرتی ادارہ قرار دیا ہے جس کا مقصد زوجین کے درمیان سکون، محبت اور باہمی تعاون کو فروغ دینا ہے۔ تاہم عملی زندگی میں بعض ایسے حالات بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن میں ازدواجی تعلق کو برقرار رکھنا مشکل یا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں شریعت نے فسخ نکاح کی صورت میں ایک منصفانہ اور متوازن حل فراہم کیا ہے۔ اس تحقیق میں خصوصاً ان اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے جن میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، جیسے عدمِ ادائیگی نان و نفقہ، مختلف جسمانی و ذہنی امراض، شوہر کی جانب سے ظلم و اذیت، معصیت سے بچنے کی ضرورت، شوہر کا مفقود یا غائب ہونا، طویل قید (حبسِ زوج) اور ہجر و ترکِ تعلق وغیرہ۔ ہر مسئلے میں فقہائے احناف، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے مواقف کو تقابلی انداز میں پیش کرتے ہوئے ان کے دلائل اور فقہی بنیادوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح مضمون میں یہ امر بھی واضح کیا گیا ہے کہ فقہ اسلامی میں موجود تنوع اور اجتہادی وسعت معاصر مسائل کے حل میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ بالخصوص موجودہ دور میں پیدا ہونے والے نئے معاشرتی اور طبی مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہاء کی ایسی آراء کو اختیار کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو عدل، رفعِ ضرر

اور مقاصدِ شریعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں۔ اس طرح فسخِ نکاح کے مسئلے میں اسلامی فقہ نہ صرف ایک جامع قانونی و اخلاقی رہنمائی فراہم کرتی ہے بلکہ معاشرے میں انصاف اور توازن کے قیام میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

References

[1] al-Qur'ān, 2:233.
[2] al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Riyadh: Dār al-Salām, 2014), Ḥadīth no. 2359.
[3] al-Kāsānī, Abū Bakr ibn Masʿūd, *Badāʾiʿ al-Ṣanāʾiʿ* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1986), 4:16.
[4] al-Ḥaṣkafī, Muḥammad ibn ʿAlī, *Radd al-Muḥtār* (Beirut: Dār al-Fikr, 1992), 3:590.
[5] 'Ubaydullah ibn Mas'ud al-Mahbūbī, *Sharḥ al-Wiqāyah*, 2:174–175.
[6] al-Ramlī, Muḥammad ibn Abī al-ʿAbbās, *Nihāyat al-Muḥtāj* (Beirut: Dār al-Fikr, 1984), 12:261.
[7] Thānvī, Ashraf ʿAlī, *al-Ḥīlah al-Nājizah* (Lahore: al-Faiṣal Nāshirān, 2010), 133.
[8] Saḥnūn, ʿAbd al-Salām ibn Saʿīd, *al-Mudawwanah* (Cairo: Dār al-Ḥadīth, n.d.), 2:388.
[9] Khaṭīb Tabrīzī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, *Mishkāt al-Maṣābīḥ* (Beirut: al-Maktab al-Islāmī, 1985), 2:1092, Ḥadīth no. 3696.
[10] al-Qur'ān, 2:231.
[11] ʿAbd al-Ṣamad Raḥmānī, *Kitāb al-Faskh wa-l-Tafrīq* (Patna: Maktabah Imārat Sharīʿah, Phulwari Sharif, 1422 AH), 84–85.
[12] al-Buhūtī, Manṣūr ibn Yūnus, *Kashshāf al-Qināʿ ʿan Matn al-Iqnāʿ* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), 4:114.
[13] Thānvī, *al-Ḥīlah al-Nājizah*, 235.
[14] Ibid., p. 241.
[15] Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram, *Lisān al-ʿArab* (Beirut: Dār Ṣādir, 1994), 6:44.
[16] al-Dāraquṭnī, Abū al-Ḥasan ʿAlī ibn ʿUmar, *Sunan al-Dāraquṭnī* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 2004), 4:483, Ḥadīth no. 3849.
[17] al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs, *al-Umm* (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1990), 5:239.
[18] Ibn Qudāmah, ʿAbd Allāh ibn Aḥmad, *al-Mughnī* (Beirut: Dār al-Fikr, 1985), 9:131.
[19] al-Dasūqī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Ḥāshiyat al-Dasūqī* (Beirut: Dār al-Fikr), 2:482.
[20] Kifāyat Allāh, Mufti, *Kifāyat al-Muftī* (Delhi: Ḥafīẓurraḥmān Vāṣif, 1971), 6:110.
[21] Council of Islamic Ideology Pakistan, Annual Report 2014–15, p. 48.
[22] Ibn Manẓūr, *Lisān al-ʿArab,* 5:250.
[23] al-Qur'ān, 4:34.
[24] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Ḥadīth no. 6237.
[25] al-Qur'ān, 4:34.
[26] Wahbah al-Zuḥaylī, *al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh* (Beirut: Dār al-Fikr, 1405 AH), 6:533.
[27] Ibid.